بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالمُرْسَلِين نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

12-004: سورۃ النساء کی مختصر تفسیر (آیات:58-63)

سورۃ النساء کی مختصر تفسیر کا درس جاری ہے اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝﴾ (النساء:58)

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ﴾: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے۔ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ حکم کا خاص ذکر فرماتے ہیں اور بعض آیات میں بغیر حکم کے فعل اُمر ہوتا ہے: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (البقرۃ:43): میں اُمر کا لفظ نہیں ہے لیکن فعل اُمر سے ہی اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا ہے۔ اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ اُمر کے صیغے کا جو لفظ ہے اُسے بیان فرماتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ﴾: اب جب اُمر کی بات آتی ہے اب اس اُمر کے لفظ کے بعد جو بھی جملہ آئے گا وہ فرض ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ﴾: کس چیز کا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے؟

﴿اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾: کہ امانت جو ہے امانت والوں کو واپس دے دو۔

امانت اور امانتداری یہ ایسی خوبصورت خصلت ہے اہل ایمان سے جو لوگ متصف ہوتے ہیں اُن کو اس پیاری خصلت سے چار چاند لگ جاتے ہیں، مومن کے ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ جو بھی خوبصورت صفات اہل ایمان کے لیے موجود ہیں ان صفات سے اُسے متصف ہونا چاہیے اور ان میں سے ایک صفت ہے امانتداری کی۔ اور امانت سے مراد ہے کہ کوئی شخص اگر آپ کے پاس کوئی ودیعۃ کوئی امانت رکھتا ہے اور ہر زمانے میں (جاہلیت میں بھی) لوگ جب سفر پر جاتے تو جو امانتدار ہوتے اُن میں اپنی امانت چھوڑ کر جاتے، کوئی مال ہے کیونکہ گھر میں چوری کا خدشہ ہوتا ہے اور بینکنگ سسٹم تو تھا نہیں تو کچھ لوگ امانتدار معروف تھے معاشرے میں کہ آپ یہ ہمارا مال رکھ لیں میں واپس آکر سفر سے آپ سے لے لوں گا۔

تو مال کی حفاظت کے لیے امانت رکھی جاتی ہے مال کو محفوظ کرنے کے لیے اور اسی لیے دور جاہلیت میں بھی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معروف تھے دو پیاری خصلتوں سے کون سی؟ دو پیاری صفات: "الصدق والأمانة" (الصادق الأمین)؛ کہ سچے بھی تھے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور امانتدار بھی تھے کبھی خیانت نہیں کی امانت میں۔ تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو حکم دے رہے ہیں: "ان الله يامركم أنتم أيها المؤمنون": اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ تمہارے ایمان کا یہ تقاضہ ہے؛ دیکھیں لفظ ایمان کا یہاں پر موجود نہیں ہے فعل اُمر بھی

نہیں ہے لیکن "یامرکم" (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے)، اور اس میں "یامرکم" کون سا فعل ہے؟ فعل مضارع ہے، فعل مضارع بھی صیغۂ اُمر کے لیے استعمال ہو سکتا ہے جب اُس میں اُمر کا لفظ موجود ہو۔

عام طور پر یہ فعل اُمر جو ہے وہ وجوب کے لیے ہوتا ہے تو بعض اوقات فعل مضارع بھی اُمر کے لیے یہ صیغہ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهۡلِهَا﴾: امانت والوں کو جن لوگوں نے آپ کے پاس امانت رکھی ہے اُن کو امانت واپس کر دو۔

﴿وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ﴾: اور اگر لوگوں کے بیچ میں فیصلہ کرو تو عدل و انصاف پر فیصلہ کرو (عدل و انصاف قائم کرو خصوصی طور پر فیصلے میں)۔

اور فیصلہ صرف قاضی نہیں کرتا قاضی تو من باب اولیٰ ہے کیونکہ اُس کا کام فیصلہ کرنا ہے اور من باب اولیٰ اس میں تمام قاضی شامل ہیں اگر قاضی اس میں کوئی ہیر پھیر سے کام لیتا ہے کسی پر ظلم کرتا ہے تو حدیث میں کیا آیا ہے؟ کہ قضاۃ تین قسم کے ہیں دو جہنم میں ہیں اور ایک جنت میں ہے (سخت وعید ہے!)۔ لیکن یہ جو فعل اُمر ہے جو حکم ہے یہاں پر کہ اگر فیصلہ کرنا ہے اس کا اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ فیصلہ کرنا ہے تو عدل و انصاف پر فیصلہ کرو تو یہ عام بندہ بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔

آپ گھر میں فیصلہ کرتے ہیں بیوی بچوں میں فیصلہ کرتے ہیں دوست واحباب میں کرتے ہیں جو بھی آپ فیصلہ کرتے ہیں تو دونوں فریقین کو سن کر فیصلہ کیا جاتا ہے یہ نہیں کہ ایک فریق کو سن کر اور اس کی بات کو جو ہے اچھا سمجھ کر فیصلہ کریں، تو عدل و انصاف کا یہ تقاضہ ہے کہ آپ فیصلہ کریں اگر آپ فیصلہ کر سکتے ہیں ورنہ آپ فیصلہ نہ کریں۔ اگر فیصلہ کرنے کی بات آتی ہے تو اس میں عدل و انصاف ہے کیونکہ عدل و انصاف نہیں تو پھر ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ نے ظلم کو حرام کر دیا ہے کبیرہ گناہوں میں سے ہے تو ظلم سے بچنا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمۡ بِهٖ﴾: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے (یعنی "نِعمَ ما یعظکم به")۔

﴿نِعِمَّا﴾: بہت اچھی اور بھلے قسم کی چیز کو نعمّا کہتے ہیں۔ ﴿يَعِظُكُمۡ﴾: خاص قسم کا موعظۃ اور نصیحت ہوتی ہے۔

﴿يَعِظُكُمۡ بِهٖ﴾: یعنی جو بھی جس چیز میں خیر ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی طرف بلاتا ہے اور جس میں شر ہے اللہ تعالیٰ اُس سے تمہیں منع کر دیتا ہے۔ یہ نصیحت ہے۔ تو جب امانتداری کی بات آئی یا فیصلے کی بات آئی تو پھر ایمان کا یہ تقاضہ ہے کہ جو امانت ہے امانت والوں کو واپس کرو اور جو فیصلہ کرنا ہے وہ عدل و انصاف کی بنیاد پر کرو۔ اور اس کے علاوہ شریعت کے تمام پہلو دیکھ لیں آپ ان سارے پہلوؤں میں آپ کو نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ جو ہے وہ بھلائی کی اور خیر خواہی کی نصیحت ہی کی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيۡعًۢا بَصِيۡرًا ۝۵۸﴾: بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

جو تم کہتے ہو وہ خوب سنتا ہے جو تم کرتے ہو وہ خوب دیکھتا ہے، اگر فیصلے میں غلطی ہوئی یا فیصلہ جان بوجھ کر غلط کیا امانت میں خیانت کی ہے اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے خوب دیکھتا ہے۔

"سمیع اور بصیر" صیغ المبالغہ ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے باب میں آپ دیکھیں کہ ہمیشہ صیغ المبالغہ سے کام ہوتا ہے یعنی:

(۱) صرف سنتا نہیں ہے "خوب سنتا ہے"۔(۲) صرف دیکھتا نہیں ہے "خوب دیکھتا ہے"۔(۳) صرف جانتا نہیں ہے "خوب جانتا ہے"۔

تو خوب کا لفظ کہاں سے آیا؟ ہم جب صیغہ مبالغہ کی بات کرتے ہیں تو اردو میں "خوب" کا لفظ استعمال کرتے ہیں یا "بہت زیادہ"۔

دیکھیں نا علم ہے عالم ہے علیم ہے سمع ہے سامع ہے سمیع ہے ایسا ہے نا تو کیا فرق ہے دونوں میں؟ جب آپ کوئی کام ایک مرتبہ کرتے ہیں تو وہ اسم فعل ہو جاتا ہے آپ اُس کام کے فاعل ہیں:

(۱) "علم ہے عالم ہے": اُس نے علم کی صفت کو حاصل کیا علم کر کے تو عالم ہے۔

(۲) جو بہت زیادہ علم والا ہو وہ علیم ہو جاتا ہے اُس کا درجہ بلند ہے۔

(۳) "سمع" سنتا ہے: جو کسی نے ایک مرتبہ سن لیا سننے کے قابل ہے وہ سامع ہے۔

(۴) جو بار بار سنتا ہے سب کی سنتا ہے ہر آن میں سنتا ہے ہر زبان کو سنتا ہے وہ کیا ہے؟ وہ سمیع ہے۔

اب سامع اور سمیع برابر ہیں؟ عالم اور علیم برابر ہیں؟ (سبحان اللہ)۔

اس لیے حاکم اور حکیم کیا ہے:

(۱) حاکم کیا ہے یہ؟ حکمت والا ہے حاکم۔

(۲) جو "بہت زیادہ" صیغہ مبالغہ کی طرف چلا جاتا ہے پھر وہ حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات کو دیکھیں یہ لفظ جو ہے: "السمیع، العلیم، البصیر": "سمیع اور بصیر" ہمیشہ صیغہ مبالغہ سے ہوتا ہے اور اس میں تاکید ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے۔ جو انکار کرتے ہیں عجب بات ہے کہ عربی زبان جو ہے اس کے بھی مخالف جاتے ہیں! ایک تو کتاب اور سنت کے خلاف جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے انکاری ہیں دوسرا عربی لغت کے خلاف بھی جاتے ہیں یعنی سمیع میں تاکید ہے تاکید کے ساتھ صیغہ مبالغہ کا لفظ بیان کیا ہے تب کیوں انکار ہے؟! (سبحان اللہ)۔ اور اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے جیسے میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر وہ نام اور ہر وہ صفت جو قرآن اور صحیح حدیث میں ثابت ہے اُن تمام پر ہمارا ایمان ہے:

(۱) بغیر انکار کرنے کے۔(۲) بغیر کیفیت بیان کرنے کے۔(۳) بغیر تحریف کرنے کے۔(۴) اور بغیر تشبیہ اور مثلیت بیان کرنے کے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹﴾ (النساء:59)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾: اے ایمان والو! تو ایمان کا یہ تقاضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اے مومنو! آپ کے ایمان سے یہ مطالبہ کرتا ہے اب کہ اللہ تعالیٰ تم سے کچھ چاہتا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ﴾: ندا ہے اہل ایمان کے لیے۔

اور سب سے خوبصورت جو صفت ہے اس انسان کی کون سی صفت ہے ؟صفة الایمان۔

اس لیے اللہ تعالیٰ اکثر جگہوں پر جب مخاطب ہوتا ہے مسلمانوں کو تو اسلام کا لفظ نہیں ہے ایمان کا لفظ ہے کیونکہ ایمان کا درجہ بلند ہے اسلام سے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾: اے ایمان والو! تم ایمان والے ہو ایمان کے دعویدار نہیں ہو سچے مومن ہو نا تو پھر تمہیں یہ کرناپڑے گا جو تمہیں بات کی جارہی ہے:

(۱) خبر ہے تو تصدیق کرنی پڑے گی۔ (۲) اگر حکم ہے تو تعمیل کرنی پڑے گی۔ (۳) اگر کسی چیز سے منع کیا ہے تو اُسے تمہیں چھوڑناپڑے گا۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾: اب تین چیزوں میں ایک چیز ہو گی کہ یا خبر ہو گی یا اُمر یا نہی، آیئے دیکھتے ہیں۔

﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾: کیا ہے؟ فعل اُمر ہے کہ اطاعت کرو فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی (جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی فرمانبرداری کرنی ہے اطاعت اللہ تعالیٰ کی کرنی ہے) ﴿ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾: اور رسول کی بھی اطاعت کرنی ہے کیونکہ رسول اللہ تعالیٰ کا ہے پیغام اللہ تعالیٰ سے لے کر آیا ہے وحی نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرے نبی کی اتباع کرنی ہے۔

تو اطاعت رسول ہے: ﴿ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾: جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں دیا ہے جو بھی حکم دیا ہے جو بھی خبر دی ہے جس چیز سے منع فرمایا ہے: ''قال الله وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم'' میں کوئی فرق نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کوئی فرق نہیں ہے سب وحی ہے۔

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ ﴾ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تیئں سے اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کرتے یہ جو بات بھی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے) (النجم:3-4)۔ تو دین کے تعلق سے شریعت کے تعلق سے جو بھی احکام ہیں جو بھی الفاظ ہیں جو بھی جملے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ تمام دین ہیں۔

﴿ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾: اور جو تمہارے اولی الا اُمر ہیں اُن کی بھی اطاعت کرو۔

اور اولی الاَمر میں حکمران جو ہیں اور جو علماء ہیں یہ اولی الاَمر ہوتے ہیں عمومی طور پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اُن کی اطاعت کرنی ہے اور یہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے عام بات نہیں ہے۔

"طاعة ولي الأمر في غير معصية الله": حکمران وقت کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی معصیت کے علاوہ فرض ہے اور اتنا بڑا فرض ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک عقیدے کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے، آپ کوئی بھی عقیدے کی کتاب اٹھالیں:

(۱) امام ابو حنیفہ کا دیکھ لیں عقیدہ، امام احمد بن حنبل کا عقیدہ دیکھ لیں، امام بخاری کا عقیدہ دیکھ لیں، اور امام البر بہاری کا عقیدہ دیکھ لیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا عقیدہ دیکھ لیں۔

(۲) اور ان کے بعد میں دیکھ لیں "عقیدۃ السلف و أصحاب الحدیث" امام الصابونی کی کتاب جو ہم پڑھ رہے ہیں اُس میں دیکھیں۔

(۳) امام آجری کی "الشریعۃ" جو ہے۔

(۴)اللالکائی کی جو ہے "شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة"۔

مختلف نام مختلف کتابیں ہیں ان تمام میں آپ کو خصوصی طور پر یہ موضوع نظر آئے گا کہ حکمرن وقت کی فرمانبرداری "السمع والطاعة لولاة الأمر،السمع والطاعة لولاة الأمر"؛وجہ کیا ہے؟

1-نصوص موجود ہیں قرآن اور سنت میں دلائل موجود ہیں۔

2-سلف نے ان کا خاص اہتمام کیا ہے خصوصی طور پر جب خوارج نے خروج کیا ہے حکمرانوں کے خلاف۔

جو پہلے خوارج تھے انہوں نے سیدنا علی کے خلاف خروج کیا، جواُن کے بعد میں آنے والے ہیں انہوں نے حکمران وقت مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج کیا۔

ان دلائل میں سے میں بعض کا ذکر کرتا ہوں:

1-یہ آیت ہے سورۃ النساء کی آیت نمبر 59اور اس میں واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ حکم دیا ہے اگر تم واقعی سچے مومن ہو تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی فرمانبرداری کرو:﴿وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾:اور جو تمہارے اولی الأمر ہیں اُن کی بھی فرمانبرداری کرو۔

2-اور احادیث میں مزید تاکید اور مزید اس کی وضاحت آئی ہے، متفق علیہ حدیث میں دیکھ لیں آپ صحیح بخاری اور مسلم کی احادیث میں کافی ہے آپ کسی اور کتاب میں نہ جائیں واللہ! یہی دو کتابیں کافی ہیں جو احادیث کے علم میں سے عمدہ اور سب سے بلند درجہ رکھتی ہیں صحت میں، متفق علیہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم ان میں دیکھ لیں آپ کہ انہوں نے کس طریقے سے ان احادیث کو جمع کیا ہے، دیکھیں ذرا تنوع دیکھیں احادیث کا اور اس میں الفاظ دیکھیں اور اس میں حکم دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ احادیث بیان کیں صحابہ کو تو اصل پیغام کیا تھا ذرا غور وفکر کریں اور دیکھیں کہ آج کے لوگ جو یہ سوچ یہ فکر رکھتے ہیں خوارج کی یا خروج کی وہ کہاں پر ہیں:

(۱)اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی الہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرمانبرداری کرو حکمران کی (کب تک کرنی ہے؟)"حتّٰى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ"(جب تک کہ میرے حوض کوثر پر ملاقات ہوتی ہے)۔یہاں پر کیا حکم دیا ہے؟ سمع وطاعۃ ہے فرمانبرداری ہے کب تک ہے؟ مرتے دم تک ہے جب تک زندہ ہو(ایکسپشن (Exception) نہیں ہے مرتے دم تک ہے)؛ صحیح بخاری میں۔

(۲) صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سمع طاعت کرو حکمران کی اگرچہ حبشی ہو اور اس کا سر جو ہے کشمش کی طرح ہو:"زَبِيبَةٌ": یعنی اگر بدشکلا ہے بدصورت ہے چھوٹا سر ہے اس کی شکل آپ کو اچھی نہیں لگتی وہ سب ایک طرف ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ فرمانبرداری اس کی کرنی ہے کیونکہ وہ تمہارا اس وقت حکمران ہے۔

تو شکل وصورت نہیں دیکھنی یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔

(۳)اس سے بڑھ کر دیکھیں:"الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ"(اچھا ہو یا بُرا ہے (کتنا بُرا ہوا؟) گرچہ اس کا دل شیطانوں کا ہو انسان کے جسم میں)۔

صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے سیدنا حذیفہ کی معروف حدیث ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سمع طاعۃ کرنی ہے یعنی ایسے حکمران آئیں گے کہ جن کے جسم انسان کے ہوں گے اور دل شیاطین کے ہوں گے۔ اب اِن سے بدتر کون ہوگا ایسے حکمران آئیں گے عنقریب تمہارے اوپر مسلط ہوں گے حکمران ہوں گے جن کے جسم انسان کے ہوں گے لیکن اُن کے دل شیطانوں کے ہوں گے؟!

تو سیدنا حذیفہ فرماتے ہیں اب عرض کرتے ہیں تو کیا کرنا ہے؟ "وإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ، وَأُخِذَ مَالُكَ" (اگرچہ تمہاری کمر پر کوڑے برسائے جائیں یا تمہارا مال بھی چھین لیا جائے) "فَاسْمَعْ وَأَطِعْ" (سمع وطاعت کرنی ہے (سبحان اللہ))۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ عنقریب ایسے حکمران آئیں گے ان کے معاملات دیکھ کر تم انکار کروگے کہ تمہارا حق تم سے چھین کر کسی اور کو دیں گے اور کچھ اور بھی کریں گے جس کا تم انکار کروگے "وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا": صحابہ عرض کرتے ہیں کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں اگر ہم سے کوئی وہ وقت پالے تو کیا کریں گے؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اُن کا حق ہے اُن کو دے دو اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

کمال ہے! جو اُن کا حق ہے سمع وطاعۃ کا فرمانبرداری کا اُن کو دے دو اگرچہ وہ کوڑے برساتے ہیں اگرچہ وہ ظلم کرتے ہیں وہ جانیں اُن کا ربّ جانے، وہ ایثار کریں گے یعنی تمہارا حق کسی اور کو دیں گے تمہیں تمہارے حق سے محروم کریں گے اور تمہارا حق کسی اور کو اپنے کسی چاہنے والوں کو دیں گے (محرومی ہوئی کہ نہ ہوئی ظلم ہوا کہ نہ ہوا؟!) اب یہ شخص مظلوم ہے کیا کرے اپنا حق کس سے مانگے حکمران سے مانگے وہ تو دیتا نہیں ہے؟! چھینے حکمران سے خروج کا راستہ اختیار کرے کیا کرے؟! صبر کرے: "فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ": وجہ کیا ہے صبر کرو؟ اچھا صبر کب تک کرنا ہے؟ مرتے دم تک کرنا ہے۔ اپنا حق کس سے مانگیں ہم کس کی طرف جائیں؟ کون سے دروازے پر دستک دیں؟ اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگیں (سبحان اللہ)۔ متفق علیہ حدیث ہے اور ایسی کئی احادیث ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام اپنی امت کو یہ پیغام چھوڑ کر گئے ہیں (اپنے صحابہ کو اور اپنی امت کو یہ پیغام چھوڑ کر گئے ہیں) آج بھی یہ صحیح احادیث موجود ہیں کتابوں میں۔

اس لیے دیکھیں نا کیوں سلف کی بات کرتے ہیں صحابہ کی بات کیوں کرتے ہیں ہم؟ خوارج کس دور میں نکلے؟ سیدنا علی کے زمانے میں۔

صحابہ موجود تھے کہ نہیں موجود تھے؟ موجود تھے۔

خوارج کے ساتھ ایک صحابی کو دکھا دیں کہ کون تھا اُن کے ساتھ؟ ایک صحابی سے غلطی ہو سکتی ہے نا تو ایک صحابی دکھا دیں جو خوارج کی صف میں کھڑے تھے سیدنا علی یا باقی صحابہ کے خلاف؟ اللہ کی قسم! ایک صحابی بھی موجود نہیں تھا۔

جو موجود تھے کون تھے؟ سنن الدارمی میں روایت ہے (سبحان اللہ) کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود کا معروف قصہ ہے مسجد کوفہ میں جب اہل بدعت جمع تھے بدعتی اور اللہ کا ذکر جو ہے وہ کر رہے تھے اجتماعی طور پر اور اس میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری جو ہیں وہ دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے کچھ عجب دیکھا مسجد میں تو آپ آئیں اور دیکھیں وہ کیا کر رہے ہیں؟! سیدنا عبداللہ بن مسعود جا کر دیکھتے ہیں اور لوگ جمع ہیں اور اجتماعی ذکر میں مصروف ہیں (اجتماعی ذکر مسنون نہیں ہے بدعت ہے) تو منع فرمایا جبکہ ذکر اللہ کا کر رہے تھے۔

یعنی ایک شخص کہتاہے کہ کہو "لاالہ الا اللہ" تو سب مل کر کہتے ہیں لاالہ الا اللہ، کہو "سبحان اللہ" (تسبیح) سب مل کر کہتے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ؛ تو انہوں نے فرمایا: "کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برتن ٹوٹے نہیں ہیں کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے صحابہ ابھی زندہ ہیں یا تم خیر پر ہو جو یہ راستہ اختیار کیا یا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر پر تھے جنہوں نے یہ راستہ اختیار نہیں کیا (صحابہ نے)"۔

تو راستہ اختیار نہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صحابہ نے راستہ اختیار کیا ہے اور عہد قریب ہے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور برتن ٹوٹے نہیں ہیں، یعنی بہت زیادہ زمانہ نہیں گزرا ابھی قریب کا زمانہ ہے صحابہ زندہ ہیں، اور اُس مجلس میں ایک صحابی نہیں تھا (سبحان اللہ)، اور پھر سیدنا عبداللہ بن مسعود نے ان کو اس مسجد سے نکال دیا، راوی کہتے ہیں کہ جب سیدنا علی کے خلاف جنگ ہوئی جنگ نہاوند میں تو سیدنا علی کے خلاف پہلی صف میں یہی لوگ کھڑے ہوئے تھے جن کو اس مسجد سے نکالا گیا تھا۔

وہ معروف لوگ تھے یعنی توبہ نہیں کی صحابی کے قول کو نہیں مانا اپنی من مانی کی خواہش نفس کی پیروی کی اور جب بدعت میں مزید ڈوبتے گئے تو یہاں تک بدعت میں ڈوب گئے کہ جب جنگ کا وقت آیا تو کس کے خلاف جنگ کی؟! اہل بدعت اہل کفر کے خلاف جنگ کی کس کے خلاف جنگ کی؟! صحابہ اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تلوار اٹھائی یہاں تک پہنچ گئے کہ تم مانو تم نے کفر کیا ہے اور پھر توبہ کرو اللہ تعالیٰ سے پھر تمہاری فرمانبرداری کریں گے۔

کہاں تک چلے گئے؟ کہ سیدنا علی نے کفر کیا ہے (نعوذ باللہ)! یہ کہاں کی عقلیت اور کہاں کا دین اور کہاں کا ایمان ہے!

اس لیے دیکھیں صحابہ نے کیسے ان نصوص کو سمجھا ہے ان احادیث کو صحابہ نے کیسے سمجھا ہے؟ کہ فرمانبرداری کرنی ہے مرتے دم تک کرنی ہے، شکل وصورت کو نہیں دیکھنا ہے، اس کے ظلم کو نہیں دیکھنا ہے اس کے کردار کو نہیں دیکھنا ہے، اس کے ایثار کو نہیں دیکھنا ہے کہ آپ کا حق چھین کر کسی اور کو دیتا ہے اُس سے تم نے مانگنا ہے اُس سے جھگڑنا نہیں ہے۔

مانگو گے تو نہیں دے گا پھر جھگڑا ہو گا نا تو یہ تمام راستے بند کر دیئے ہیں ایک راستہ چھوڑا ہے کون سا راستہ ہے؟ السمع والطاعۃ۔

سمع وطاعۃ کب کیسے کرنی ہے خون تو کھولتا ہے نا؟! ظلم کو دیکھ کر خون کھولتا ہے کہ نہیں کھولتا؟! تو اس کو کیسے درست کرنا ہے؟ صبر سے کرنا ہے: "فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ": کب تک صبر کریں یا رسول اللہ؟ جب تک موت نہیں آتی مرتے دم تک صبر کرنا ہے۔

یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

بعض ایسی تنظیمیں نکلی ہیں ایسے گروہ نکلے ہیں کہ اپنا ایک ٹولا بنایا ہے ایک امیر کو مقرر کر دیا ہے "کہ حکمران جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فیصلے کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں حکمران کافر ہو گیا ہے کافروں سے ان کی دوستی ہے کافر کا دوست جو ہے نا وہ بھی کافر ہوتا ہے"۔ اتنی غلط فہمیوں اور شبہات کا شکار ہوئے آہستہ آہستہ سنت کو چھوڑ بدعت کی طرف چلے گئے اور ڈوب گئے بدعت میں اور پھر مسلمانوں کی تکفیر بھی کی ہے! آج دیکھیں جتنی کچھ تنظیمیں نکلی ہیں مسلمانوں کو پہلے کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور یہاں تک پہنچا معاملہ کہ اللہ تعالیٰ کی مساجد محفوظ نہیں تھیں!

کچھ عرصہ پہلے دیکھیں مساجد میں بم بلاسٹ ہوتے تھے، خودکش حملہ مسجد میں! خودکشی ویسے حرام ہے اللہ تعالیٰ کے گھر میں مسلمانوں کے قتل عام کے لیے! یہ پوچھیں تو کہتے ہیں کہ یہ مسلمان تھے ہی نہیں! (یہ پولیس والوں کو فوج والوں کو کہتے ہیں کہ مسلمان ہی نہیں ہیں!)۔

تمہیں کس نے کہا کہ مسلمان نہیں ہیں؟! اللہ کے گھر میں نماز پڑھنے کافر آتے ہیں یہود و نصاریٰ آتے ہیں؟! اللہ کے گھر میں مسجد میں کون نماز پڑھنے آتے ہیں یہودی آتے ہیں ہندو کون آتے ہیں؟! مسلمان ہی آتے ہیں نا! اللہ کے گھر میں کھڑے ہو کر تم نے پہلے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ کافر ہیں پھر اُن کو جا کر بم سے اُڑا دیا ہے! اور ان تنظیموں کو فنڈ نگ ہوتی ہے پیسہ ملتا ہے اور پھر یہ لوگوں کا جو ہے نا برین واش (Brainwash) کرتے ہیں جوانوں کا خصوصی طور پر کہ تمہیں جنت ہے ستّر حوریں تمہارا انتظار کر رہی ہیں بس تم نے سینے سے بم کو باندھنا ہے اور جا کر مسجد میں بلاسٹ کر دینا ہے۔ اُس بیچارے کو یہ نہیں پتہ کہ میں کہاں جا رہا ہوں کہاں پر بم بلاسٹ کر رہا ہوں!

اگر کنیسٹ (Knesset) میں ہو تب بھی جائز نہیں ہے مندر میں جا کر بم بلاسٹ کرنا جائز نہیں ہے تو کس نے تمہیں کہا ہے کہ کسی کی جان لینا تمہارے ہاتھ میں ہے یا تمہارے لیے جائز ہے؟! اگر ہندو شرک کرتا ہے تمہارے نزدیک یا کوئی کرسچن شرک کرتا ہے تو تمہیں کس نے اجازت دی ہے کہ اس کے گرجا گھر کو جا کر دھماکے سے اُڑا دو؟! تمہارا کام ہے ہی نہیں (سبحان اللہ)۔

ہم تو بات کر رہے ہیں مساجد کے اندر کی تو کیوں مساجد کے اندر بم بلاسٹ ہوئے ہیں؟ کیونکہ عقیدہ کیا ہے؟ کہ مسلمان ہی نہیں ہیں! کس نے کہا ہے؟ ہمارے فلاں مفتی نے کہا ہے۔ مفتی نے، کیا اُس کی حیثیت ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سمع وطاعۃ کرنی ہے؟! کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے لیے ہے کافروں کے لیے نہیں ہے۔

اچھا کفر کی کیا دلیل ہے تمہارے پاس؟ کافروں کے ساتھ ان کے تعلقات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے یہودیوں کے ساتھ تعلقات تھے کہ نہیں؟

مشرکین کے ساتھ صلح الحدیبیۃ ہوا کہ نہیں؟ صلح ہوئی تھی مشرکین کے ساتھ کہ نہیں؟ تجارت کرتے تھے کہ نہیں؟

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈھال گروی میں تھی کہ نہیں ایک یہودی کے؟ تو تعلق تھا کہ نہیں تھا؟! تجارت کے تعلقات قائم تھے اُن کے دنیاوی تعلق قائم تھے تو یہ کس نے کہا ہے کہ کافروں کے ساتھ اگر آپ تعلق قائم کرتے ہیں دوستی رکھتے ہیں تو ہر صورت میں کفر ہے؟! تو اللہ تعالیٰ سے ڈریں! یہ جو مختلف تنظیمیں آئی ہیں انہوں نے صرف فتنہ شر اور فساد کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا امت کے لیے! تو طالب علم کو عام مسلمانوں کو سمجھنا چاہیے۔

بعض لوگوں نے تشکیک سے کام لیا ہے "کہ چھوڑو متفق علیہ حدیث یہ لوگوں کے خود گھڑی ہیں"۔

لوگوں نے گھڑی ہیں؟! (سبحان اللہ)؛ اس کا مطلب ہے کہ صحیح بخاری کی اگر یہ احادیث من گھڑت ہیں تو ساری صحیح بخاری ختم ہے پھر اہل سنت کہاں کے اہل سنت ہیں؟! یہ تو رافضی بھی نہیں کہتے دشمن ہیں ہمارے وہ نہیں کہتے کہ صحیح بخاری کی ساری احادیث غلط ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس میں غلط بھی ہے صحیح بھی ہے ہم نہیں مانتے۔

تو اگر آپ تشکیک سے اور شبہات سے کام لیتے ہیں تو ہمارا دین کیا بچے گا مجھے بتائیں پھر ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ کہاں سے ہو گا؟! (البقرۃ:43)۔

اور صحیح بخاری میں یہ ساری احادیث اگر آپ کے نزدیک من گھڑت ہیں تو پھر کون ان پر اعتبار کرے گا؟! یا کون نماز کے احکام زکوٰۃ کے احکام طلاق کے احکام اور اس میں شادی بیاہ کے احکام یا تجارت کے احکام دیگر احکام جو ہیں ان کتابوں میں پھر کون بھروسہ کرے گا کون عمل کرے

گا؟! اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی حیثیت دیکھیں! تمہاری قد و قامت کیا ہے علم میں اس کو دیکھیں تمہاری حیثیت کیا ہے؟! صحابہ کرام کے سامنے تمہاری کیا حیثیت ہے، ایک بھی صحابی کیوں نہیں تھا خوارج کی صف میں؟!

بعد میں دیکھ لیں آپ کہ خوارج ہمیشہ رسوا ہوئے ہیں اور صحابہ نے الحمدللہ ہمیشہ عزت میں اور شرف میں زندگی گزاری ہے اور اُن کے ہر متبعین (صحابہ کے متبعین) سلف کے متبعین نے انہوں نے کبھی خوارج کا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ اس راستے کی ہمیشہ مذمت بھی کی ہے اور اس کو بیان بھی کیا ہے اور اس کا ردّ بھی کیا ہے دلائل کی روشنی میں اور یہی طریقہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔

الغرض، تو حکمران وقت کی فرمانبرداری عقیدے کے اصول میں سے ایک اصول ہے اور اہل سنت والجماعت نے خصوصی طور پر اس پر توجہ بھی دی ہے اپنی کتابوں میں اس کی وضاحت بھی کی ہے اور دلائل کی روشنی میں یہ تمام مسائل بیان کیے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہم نے کہا ہے جو ہم نے سنا ہے اس کو صحیح سمجھنے کی اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اہل فتنہ اور شر سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائے، آمین)۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی نہیں مانتا آپ کی بات جو ابھی میں نے باتیں کی ہیں یا کوئی اور بات نہیں مانتا:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾: اور اگر تم لوگوں کا تنازع ہو جائے کسی چیز میں (تنازع ہو گیا ہے اختلاف ہو گیا ہے نا کہ اب تمام نصوص ہیں نہیں مانتے اختلاف ہو گیا نا)۔ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾: اب اس کا حل ہے کہ نہیں ہے؟

اگر تمہارا جھگڑا ہو جائے کسی چیز میں: ﴿فِيْ شَيْءٍ﴾: مطلق ہے: ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾: تو اس کو واپس لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف (علیہ الصلاۃ والسلام)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف قرآن مجید ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے تھے صحابہ کا اختلاف ہوتا تھا کسی مسئلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ کرتے تھے تو بات ختم ہو جاتی تھی مسئلہ حل ہو جاتا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سنت کی طرف رجوع کرنا ہے معاملات کو سنت کی طرف واپس لوٹاؤ۔

مسلمانوں میں اختلاف ہو جاتا ہے گھر کے اندر باپ بیٹے کا ہوتا ہے میاں بیوی کا ہوتا ہے نہیں ہوتا اختلاف؟! ہو جاتا ہے۔

شریعت کے معاملے میں اختلاف ہوا ہے تو ہمارے پاس کیا ترازو ہے اس اختلاف کو کہاں پر لوٹا کر ہم ختم کریں گے؟ "قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"، اور منہج السلف بھی ہمارے پاس ہے الحمدللہ تو ہم تولتے ہیں: ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾۔

واپس لوٹایا ہے اور دیکھا کہ دلائل تو موجود ہیں اس میں متفق علیہ حدیث میں ہیں ولاۃ الأمر کی جو سمع و طاعۃ ہے: ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾۔

﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾: اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر تو پھر کیا کرنا چاہیے؟ تمہیں ہر وہ بات مان لینی چاہیے جو قرآن اور سنت میں ثابت ہے اور اس نزاع کو اس اختلاف کو جھگڑے کو ختم کرنا ہے۔

﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹﴾: یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور انجام کے لیے بہت اچھا ہے۔

اس اختلاف کو ختم کرنا بہتر ہے اس دنیا میں آخرت میں انجام کے لیے بھی بہتر ہے، اگر اس اختلاف کو برقرار رکھا ہے فتنہ ہے فساد ہے تفرقہ ہے اور جو کافر دشمن ہیں نا اُن کے لیے بہت اچھی خبر ہے اور اچھی چیز ہے کہ مسلمان آپس میں جھگڑتے ہیں۔ جب مسلمانوں کے پاس یہ ترازو موجود ہے تفرقہ کیوں ہے؟ ہمارے پاس ہے نا قرآن اور سنت موجود ہے اور پھر ایک قید بھی ہے کہ سبیل المؤمنین کی کہ اگر اس شر سے بچنا ہے اگر آپ نے اس تفرقے سے بچنا ہے، قرآن اور سنت کی بات تو ہر گروہ کرتا ہے پھر تفرقہ ہے کیونکہ سمجھا غلط ہے۔

تو سمجھنا کیسے ہے تنازع ختم کرنے کے لیے؟ دوسری آیات اور دیگر احادیث میں اس کا حل موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ النساء میں:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۵﴾ (النساء:115)۔

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ﴾: جو مشاقت سے کام لیتا ہے (شقاق کہتے ہیں شدید اختلاف سے جس سے دوری ہو جائے، شدید اختلاف مشاقت ہے)۔ کس سے مشاقت ہو رہی ہے؟ ﴿الرَّسُوْلَ﴾ علیہ الصلاۃ والسلام۔

ابھی ہم نے یہ پڑھا ہے کہ واپس لوٹانا ہے رسول کی طرف، یہاں پر شقاق ہو گیا رسول علیہ الصلاۃ والسلام سے دوری اختیار کر لی ہے!

ارے مسلمان ہے پھر مشاقت کرتا ہے کیسے ممکن ہے؟! (سبحان اللہ)؛ مشاقت ہو گئی ہے۔

﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى﴾: اس کے بعد کہ ہدایت کا راستہ دکھا دیا گیا۔ اسے پتہ چلا کہ یہ صحیح ہے یہ غلط ہے یہ ہدایت کا راستہ ہے یہ گمراہی کا راستہ ہے یہ نہیں کہ اس کو پتہ نہیں ہے، جاہل نہیں ہے پتہ چل گیا ہے: ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى﴾۔

پھر مشاقت کیوں ہوئی ہے؟

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾: اس نے اتباع کی ہے پیروی کی ہے اُس راستے کی جو مومنین کا راستہ نہیں ہے (صحابہ اور سلف کا راستہ نہیں ہے کوئی اور راستہ اختیار کیا ہے تو مشاقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی ہے اور یہ ہو کر رہتی ہے)۔

ایک ہی نجات کا راستہ ہے کہ اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشاقت نہیں چاہتے اختلاف نہیں چاہتے دوری نہیں چاہتے شقاق نہیں چاہتے تفرقہ نہیں چاہتے تو ایک ہی راستہ ہے کہ آپ صلی علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو جو انہوں نے فرمایا ہے صحیح سمجھو۔

کس نے صحیح سمجھا ہے؟ مومنین نے صحابہ نے صحیح سمجھا ہے وہی راستہ اپناؤ اپنے عقیدے میں عبادات میں معاملات میں آداب میں سلوک میں اخلاق میں تمام چیزوں میں تو میں دیکھتا ہوں کہ کیسے امت میں تفرقہ آتا ہے! (سبحان اللہ)۔

اور حدیث میں کیا آیا ہے؟ کہ یہودیوں کے اکہتّر فرقے نصاریٰ کے بہتّر فرقے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سارے کے سارے جہنم میں سوائے ایک فرقے کے"، کون سا فرقہ ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ؟ ایک حدیث میں ہے "الجَمَاعَة" دوسری حدیث میں ہے "عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" (جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)۔

"جس پر میں" کیا مراد ہے؟ وحی: ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ وحی ہے نا؟ "جس پر میں" وحی ہے۔

"وَأَصْحَابِي" کی قید کیوں لگائی ہے؟ کیونکہ قرآن اور سنت کو صحابہ سے بہتر کسی نے سمجھا نہیں ہے "وَأَصْحَابِي" کی اس لیے قید ہے کہ ہم نے بھی اگر ان فرقوں سے بچنا ہے بہتّر فرقے جو جہنم میں جا رہے ہیں اور ایک فرقہ جو نجات پائے گا جہنم کے عذاب سے "الفرقة الناجية" جس پر صحابہ اور ان کے متبعین ہیں اگر اس عذاب سے بچنا چاہتے ہیں جہنم کی آگ سے جہنم کے عذاب سے اور فرقة الناجية میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو "عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" کی قید پر عمل کرنا ہی پڑے گا۔

﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾: صحابہ اور سلف کی سمجھ کے مطابق واپس لوٹایا قرآن اور سنت کی طرف مسئلہ حل ہو جائے گا (سبحان اللہ)۔

﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾: خیر اور بہتر ہے تمہارے لیے اس سے کہ جھگڑے میں مزید بڑھتے جاؤ جھگڑا مزید اس حد تک پہنچ جائے کہ تفرقہ ہو پھر آپس میں خون ریزی ہو، نہیں! یہاں پر رکو: ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾: اور انجام کے لیے بھی سب سے اچھا اور احسن طریقہ ہے پرفیکٹ (Perfect) طریقہ ہے انجام کا۔

جب آپ اپنی خواہش نفس کو دبا دیتے ہیں پس پشت ڈال دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اور قرآن اور سنت کے نصوص کو اپنا لیتے ہیں یہ بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اُس کا انجام بھی سب سے اچھا ہو گا، جب آپ نے یہ قربانی دی ہے اپنی خواہش نفس کو ختم کر کے آپ نے اتباع سنت کا راستہ اختیار کیا ہے منہج السلف کا راستہ اختیار کیا ہے فہم السلف کی بنیاد پر آپ نے قرآن اور سنت کو سمجھا ہے زندگی اپنی تبدیل کی ہے اور بدعت کے راستے کو چھوڑا ہے فرمانبرداری کے راستے کو اختیار کیا ہے سمع وطاعة کے راستے کو اختیار کیا ہے اور اس طریقے سے آپ کے لیے دنیا میں بھی بھلائی اور خیر ہے اور آخرت میں بھی اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۶۰﴾ (النساء:60)

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾: اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بے شک ایمان لائے ہیں ﴿بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ جو آپ پر نازل ہوا۔

﴿وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾: اور جو آپ سے پہلے بھی نازل ہوا ہے۔

جو منافقین ہیں وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لے کر آئے ہیں جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے، دعویٰ حقیقت کے بر خلاف ہوتا ہے زبانی کلامی کہتے ہیں حقیقت تو کچھ اور ہے، یعنی آپ کی بات مانتی نہیں ہے جو آپ پر نازل ہوا ہے قرآن مجید اس کے احکام ہم نے ماننے نہیں ہیں لیکن دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں۔ جو آپ سے پہلے نازل ہوئے ہیں تورات اور انجیل جیسے یہودی تھے وہ مانتے تھے دعویٰ کرتے تھے لیکن تحریف کرتے تھے تو یہ منافقین بھی کچھ اسی طریقے سے عمل کرتے تھے۔

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ﴾: اس کی حقیقت کیا ہے؟ کہاں سے پتہ چلا کہ یہ دعویٰ تھا حقیقت نہیں تھی؟ وہ چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ جو ہے طاغوت یا سرکش شیطان کے پاس لے جائیں۔

تو اپنے معاملات کا حل قرآن اور سنت میں نہیں دیکھتے کہاں دیکھتے ہیں؟ طاغوت کی طرف۔

ہر وہ چیز جو غیر شرعی ہے قرآن اور سنت کے خلاف ہے ادھر لے کر جاتے ہیں تو یہ دعویٰ تھا کہ نہیں؟ اگر واقعی حقیقتاً سچے ہوتے کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اس پر ایمان ہوتا تو اپنے جو فیصلے ہیں کہاں لے کر جاتے قرآن اور سنت کی طرف لے کر جاتے نا؟! یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ مومن ہو اور پھر اس کا ایمان ہو قرآن مجید پر اور پھر فیصلے کے لیے کسی اور کی طرف جائے اور قرآن کو چھوڑ دے، جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا قرآن وسنت کو چھوڑ دے ممکن نہیں ہے!

﴿وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾: جبکہ یقیناً ان کو حکم دیا گیا کہ اس کو نہ مانیں (کس کو؟ طاغوت کو، ہر وہ چیز جو غیر شرعی ہے اس کو نہ مانیں یہ حکم دیا گیا)۔

﴿وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۶۰﴾: جبکہ شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور گمراہی میں ڈال دے۔

﴿ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾: ایک گمراہی ہوتی ہے ایک دور دراز گمراہی ہوتی ہے، شیطان گمراہ کرتا ہے اس سے بھی زیادہ گمراہ کرتا ہے سب سے زیادہ گمراہ کرتا ہے۔

راہ راست سے دوری ایک قسم کی نہیں ہوتی:

(۱) ایک دوری ہوتی ہے جو انسان تھوڑا ساد ولفظ سن کر واپس آسکتا ہے۔

(۲) کچھ شبہات اتنی غلط فہمیاں زیادہ کر دیتا ہے شیطان کہ اس سے زیادہ دوری ہو جاتی ہے۔

(۳) جب فیصلہ طاغوت کی طرف کوئی لے کر جاتا ہے نا بہت دور چلا جاتا ہے اب اس کی واپس ناممکن نہیں بہت مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی کو بھی ہدایت دے دے لیکن اتنا دور چلا گیا ہے ﴿اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ بہت ہی دور!

اس لیے انسان کو سوچنا چاہیے کہ جب وہ فیصلہ کرتا ہے کہاں سے فیصلہ کرواتا ہے قرآن اور سنت ہے یا کچھ اور ہے، کیونکہ قرآن اور سنت ہے تو الحمدللہ خیر ہے؛ پھر مانتا بھی ہے فیصلے کو نہیں مانتا یا قرآن اور سنت سے فیصلہ کروا کر کسی اور کے پیچھے دوڑتا ہے اپنا حق پانے کے لیے یا کسی اور کا حق ناجائز چھیننے کے لیے۔

تو شیطان کیا چاہتا ہے؟ شیطان یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دوری ہو، گمراہی ہو راہ راست سے یہ مسلمان دور ہو جائے جہنم کا راستہ اپنا لے اور صراط مستقیم جنت کے راستے کو چھوڑ دے شیطان اسی لیے تو بیٹھا ہے نا؟! سب سے بڑا دشمن انسان کا یوم اوّل سے کون ہے؟ شیطان ہے۔

تو کیا مسلمان کبھی شیطان کا دوست ہو سکتا ہے؟! کیونکہ جو طاغوت سے اپنا فیصلہ کرواتا ہے شیطان کا دوست ہے کہ نہیں؟!

توجو شیطان کے قریب آتا ہے وہ یقیناًاللہ تعالیٰ سے دور چلا جاتا ہے، جتنا شیطان سے قرب ہو گا اللہ تعالیٰ سے اتنی دوری ہو گی صراط مستقیم سے اتنی دوری ہو گی اس لیے فرمایا ہے: ﴿وَيُرِيدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ یہ قاعدہ ہے یاد رکھیں کہ شیطان ہمیشہ یہی چاہتا ہے۔

صرف گمراہی نہیں چاہتا شیطان کیا چاہتا ہے؟"الضلال البعید ": جتنا زیادہ دور آپ راہ راست سے ہوں گے شیطان اتنا زیادہ خوش ہوتا ہے اس لیے شرک اور کفر شیطان کو سب سے زیادہ پسند ہیں کہ کوئی شرک کا راستہ اختیار کر لے یا کفر کا راستہ اختیار کر لے (نعوذ باللہ)، باقی نافرمانیاں باقی جو کبیرہ گناہ ہیں اس سے کم ہیں پھر باقی جو ہیں مباحات وغیرہ چیزیں اس سے کم ہیں۔

تو شیطان ہمیشہ آپ سے وہ گناہ کرواتا ہے جو آپ کو سب سے دور کر دیتا ہے (نعوذ باللہ) تو مسلمان کو ہمیشہ "مُتیقِظ" چوکنا ہونا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ میں اس وقت کہاں پر ہوں شیطان سے کتنا دور ہوں اور رحمٰن کے کتنا قریب ہوں، صراط مستقیم پر کتنا ہوں اور گمراہی سے کتنا دور ہوں۔ جتنا آپ گمراہی سے دور رہیں گے شیطان کے بہکاوے سے دور رہیں گے تو آپ سلامتی میں ہیں اور خیر میں ہیں الحمد للہ اور جتنا آپ گمراہی میں جائیں گے ناکیونکہ شبہات اور شہوات شیطان نے یہ دو جال پھیلائے ہوئے ہیں، شکوک اور شبہات کے عقیدے کو خراب کرنے کے لیے دین کو خراب کرنے کے لیے اور شبہات ہیں آپ کو شہوتوں میں اور ان نافرمانیوں میں وہ ملوث کرنا چاہتا ہے ان دو جالوں سے جو بچ سکتا ہے وہی راہ راست پر ہے وہی سلامتی کے راستے پر ہے۔ تو شیطان کوئی کمی نہیں چھوڑتا کسر نہیں چھوڑتا کہ مسلمان کو بہکائے لیکن جب بہکاتا ہے تو پھر ﴿ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾: ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھیں کہ ایک دفعہ آپ کا پاؤں پھسلا اگر نہیں سنبھلے تو پھسلتا جائے گا یہاں تک کہ بہت دوری اختیار یہ انسان کر لیتا ہے۔ اور کئی آیات میں ہے یعنی یہاں پر ہے ﴿ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ ضلال ہی کافی ہے ﴿ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ کیوں ہے؟ اس لیے کہ ہمیں پتہ ہے یہ قاعدہ ہے: ﴿وَيُرِيدُ الشَّيْطٰنُ﴾: شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے یہی چاہتا ہے ہمیشہ۔

﴿اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾: کہ انہیں گمراہ کرے بہت ہی دور۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (النساء:61)

عجب بات ہے کہ پھر انہیں سمجھایا جاتا ہے بتایا جاتا ہے اور جب انہیں کہا جاتا ہے: ﴿تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ﴾: کہ آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اُس کی طرف اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف واپس آؤ۔

﴿رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝٦١﴾: تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ رُک کر آپ سے ہٹتے ہیں (صَد کرتے ہیں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں خود بھی رُکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں)۔

صَد کہتے ہیں کہ رکاوٹ پیدا کرنے کو روکنے کو تو ہونا کیا چاہیے تھا؟ کہ اگر واقعی ایمان لاتے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے جیسا کہ ابھی پہلے دعویٰ کرتے ہیں چلو غلطی ہو گئی اب تو ان کو یاد دہانی کرائی جا رہی ہے ان کو کہا جا رہا ہے کہ آؤ واپس پلٹو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو نا ابھی تمہیں سمجھایا بھی گیا ہے تمہارے سامنے مسائل کھول کر بیان کر دیئے گئے ہیں تو ایمان کا کیا تقاضہ ہے کہ مان لینا چاہیے یا صَد کرنا چاہیے؟! رکاوٹیں پیدا کرنی چاہئیں یا انکار کرنا چاہیے؟!

اس لیے یقین ہو گیا کہ تم لوگوں کا دعویٰ جھوٹا ہے تم ہو منافق اس لیے فرمایا: ﴿ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ ﴾: اوپر منافقین کا ذکر نہیں ہے یہاں پر مزید واضح الفاظ ہیں کہ آپ دیکھیں گے منافقین کو کہ وہ خود بھی ہٹ جاتے ہیں دوسروں کو بھی ہٹاتے ہیں۔

﴿يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ۝۶۱﴾: اور "صُدود" بہت ہی زیادہ جیسا کہ شیطان نے اُن کو ضلال بعید کیا ہے یہ لوگ بھی شیطان کے بہکاوے میں چلتے چلے گئے اور صد جو ہے وہ صُدود کی طرف چلا گیا ہے (ایک صَد ہے اور ﴿ صُدُوۡدًا﴾ بہت ہی زیادہ رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں اپنے لیے اور دوسروں کے لیے)۔

جب شکوک اور شبہات پھیلاتے ہیں اہل بدعت اور اہل کفر اور اہل شرک جو ہیں یہود و نصاریٰ کو دیکھ لیں آپ شکوک اور شبہات شروع میں اچھے لگتے ہیں جو اس جال میں پھنس جاتا ہے یہ جال پھر بڑھتا جاتا ہے پھر انسان اس میں ڈوبنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ایسی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں سنت کے راستے سے اور توحید کے راستے سے کہ اس کو توحید شرک اور سنت بدعت نظر آنا شروع ہو جاتی ہے یہ کیا ہے؟ یہ صُدود ہے کہ بہت ہی زیادہ دوری اختیار کرنا قرآن یا توحید اور سنت سے (نعوذ باللہ)۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَكَيۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ جَآءُوۡكَ يَحۡلِفُوۡنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِيۡقًا ۝۶۲﴾

(النساء:62)

﴿فَكَيۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌۢ﴾: پھر کیسی ندامت ہوگی جب انہیں کوئی مصیبت پہنچے گی۔

اب بات نہیں مان رہے نا اب جب اللہ تعالیٰ آزماتا ہے نا مصیبتوں سے اب ان کی حالت دیکھیں: ﴿فَكَيۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ﴾: اور یہ مصیبتیں جو ہیں کس کے سبب ہیں؟ اس کے سبب جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔

جو کام وہ کرتے ہیں جو صُدود سے کام لیا ہے جو انہوں نے حق کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی ہیں خود بھی انکار کیا دوسروں کے انکار کرنے کا بھی سبب بنے ہیں۔

﴿ثُمَّ جَآءُوۡكَ يَحۡلِفُوۡنَ ۖ بِاللّٰهِ﴾: پھر وہ تمہارے پاس آتے ہیں اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور قسمیں کھاتے ہیں۔

﴿اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِيۡقًا ۝۶۲﴾: کہ ہم نے صرف بھلائی چاہی تھی اور موافقت چاہی تھی کہ ہم تو اچھا کام کرنا چاہتے تھے۔

منافقین جب پھنس جاتے تھے مصیبتیں آتی تھیں دوڑتے تھے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور جھوٹی قسمیں بھی کھاتے تھے نفاق اکبر ہے دل میں ایمان کا ذرّہ بھی نہیں ہے زبانی کلامی کلمہ پڑھا ہوا ہے ناحقیقتاً تو ہیں کافر، اور منافق نفاق اکبر والا بدترین کافر ہے یعنی:

﴿فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء:145) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یعنی جہنم کے سب سے جو تہہ نیچے والی جگہ وہاں پر (نعوذ باللہ) منافقین ہوں گے، اُن کی چند خصلتیں جو بُری خصلتیں ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔

تو وہ پھر عذر کیا پیش کرتے؟ کہ ہم نے تو بھلائی چاہی تھی:

﴿اِحۡسَانًا وَّ تَوۡفِيۡقًا﴾: ہم تو اس لیے یہ بات کرتے ہیں یا اس لیے یہ بات کی تھی۔ بھئی تم نے نافرمانی کی ہے دعویٰ کیا ہے کہ ہمارا ایمان ہے جو کچھ نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اس دعوے میں تم لوگ غلط ثابت ہوئے تمہیں سمجھایا گیا ہے نہیں سمجھتے ہو پھر مصیبتیں تم پر ٹوٹ پڑی ہیں، جب مصیبتیں آتی ہیں پھر آکر کہتے ہیں کہ نہیں! ہم نے تو خیر ہی چاہا تھا ہم تو احسان اور توفیق چاہتے تھے ہم دل کے بُرے نہیں ہیں، ہم سے کچھ غلطی ہوئی ہے دل کے بڑے شریف ہیں۔ بھئی دل میں تمہارے ہے کیا کفر کے علاوہ؟! جو دل میں ہے وہی تو زبان پر آتا ہے وہی تو تمہارے کردار میں نظر آرہا ہے نا! تو نفاق کا اثر صرف دل پر نہیں ہوتا دل تو ویسے ہی کالا سیاہ ہوتا ہے کفر کی وجہ سے اس کا اثر ان کی زبانوں پر ہوتا ہے کہ جھوٹ بولتے ہیں اُن کے کردار میں ہوتا ہے نماز کی طرف جاتے نہیں ہیں نماز مشکل سے پڑھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سب سے بھاری نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ منافقین پر کون سی ہے؟ فجر کی نماز اور عشا کی نماز۔

وجہ کیا ہے؟ کیونکہ آرام کا وقت ہے۔

اگر واقعی ایمان ہوتا تو مومن کے ایمان کا کیا تقاضہ ہے؟ کہ آپ نے نیند کو قربان کرنا ہے نماز پڑھنی ہے، آرام کو قربان کرنا ہے نماز پڑھنی ہے، اور منافق کے دل میں تو ایمان ہے ہی نہیں اس لیے وہ نماز کو قربان کر کے اپنی نیند کو پوری کرتا ہے اور پھر وہ اپنے آرام کو قربان نہیں کرتا ہے بلکہ نماز کو قربان کرتا ہے اور اپنا آرام بھی وہ پورا کرتا ہے (نعوذ باللہ)۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُ اللّٰهُ مَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَعِظۡهُمۡ وَقُلْ لَّهُمۡ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَوۡلًاۢ بَلِيۡغًا ۝۶۳﴾ (النساء:63)

یہ وہ لوگ ہیں: ﴿الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُ اللّٰهُ مَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ﴾: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔

﴿فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ﴾: تو آپ ان سے اعراض کریں (تغافل سے کام لیں اور ان کو چھوڑ دیں)۔

﴿وَعِظۡهُمۡ﴾: یعنی ان کی بات کو مت سنیں ان کو چھوڑ دیں لیکن نصیحت کرتے رہیں (﴿وَعِظۡهُمۡ﴾ نصیحت ان کا حق ہے نصیحت کرتے رہیں)۔﴿وَقُلْ لَّهُمۡ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَوۡلًاۢ بَلِيۡغًا ۝۶۳﴾: اور ان سے ان کے حق میں ایسی نصیحت کریں کہ ان کے دل میں اتر جائے اور بلیغ قول ثابت ہو (سبحان اللہ)۔

دیکھیں جب انسان گناہ کرتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے اس پر اگر توبہ کرتا تو وہ دھبہ ختم ہو جاتا ہے اگر توبہ نہیں کرتا تو گناہ اور بڑھتے جاتے ہیں آہستہ آہستہ دل پر سیاہ دھبے جو ہیں وہ بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ کالا سیاہ دل ہو جاتا ہے: "كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا": "كَالْكُوزِ" الٹا کر دیں اس کی طرح ہوتا ہے پھر کوئی خیر اس میں آپ توقع نہیں کر سکتے، نہ کسی بھلائی خیر کی طرف وہ کچھ سوچ سکتا ہے نہ کسی منکر سے وہ بڑھ سکتا ہے (نعوذ باللہ)۔ تو نصیحت کیا کام آئے گی لیکن پھر بھی نصیحت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایسی نصیحت کریں تاکہ دل میں اثر کر جائے ہو سکتا ہے کہ آپ کی نصیحت قبول کر کے یہ اس بڑے گناہ سے بچ جائیں؛ یعنی اللہ نے پھر بھی اُن کو موقع دیا ہے ان کے پاس کوئی عذر باقی ہے؟! حجت تمام ہو گئی ہے، جو منافق اس زمانے میں تھے ہر زمانے میں۔

قرآن مجید تاقیامت رہے گا جو لوگ بھی نفاق کا راستہ اختیار کرتے ہیں یا کفر کا راستہ یا شرک کا راستہ نافرمانی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، قرآن اور سنت میں مکمل دلائل اور وضاحت موجود ہے ان کی ہر غلط فہمی کے ازالے کے لیے ہر شبہات کا علاج اور ہر بیماری کا علاج موجود ہے:

﴿وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا﴾: اور میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حق ادا کیا ہے۔

سب سے زیادہ فصاحت سب سے زیادہ وضاحت سب سے زیادہ علم والے کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی ہو سکتا ہے؟!

اور عربی زبان میں وہ بھی عرب تھے عربی زبان کو سب سے اچھا سمجھنے والے وہی لوگ تھے، قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوب قسم کی اور پیاری قسم کی اور عمدہ قسم کی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، بولنے کے انداز میں دھیمی آواز میں دھیرے دھیرے سے اس طریقے سے بولتے تھے کہ سننے والے کو پہلی مرتبہ میں سمجھ میں آجاتا تھا۔

آپ دیکھیں صحابہ جو تھے جنہوں نے ایمان قبول کیا اکثر کیا تھے؟ اُمیّ تھیں ان پڑھ تھے بالکل، بدو بکریوں کا شکار اور اونٹوں کا شکار کرنے والے صحرا میں رہنے والے اور صحرا میں لوگ گرمی کا شکار ہوتے ہیں اس طریقے تھوڑے سخت مزاج ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت کے انتہا درجے سے نوازا ہے بڑے پیارے انداز میں پیار سے بات کرتے ہیں کہ فوراً سمجھ میں آجاتی۔

ان کے دلوں میں تالے لگے ہیں (نعوذ باللہ) کالا سیاہ دل ہو چکا ہے نصیحت بھی اثر نہیں کرتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا﴾: قول بلیغ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حق ادا کیا ہے اب اللہ تعالیٰ نے ہدایت جس کے لیے آسان کی ہے جس نے قبول کیا ہے نصیحت کو وہ بچ گیا ہے اور تا قیامت یہ پیغام رہے گا، اور جس نے قبول نہیں کیا نصیحت کو اس قول بلیغ کو، دل پر اثر اُس کے نہیں ہوا ہے تو پھر کوئی بھی اسے بچا نہیں سکتا اس گمراہی سے یا اس نفاق سے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور سخت عذاب کا (نعوذ باللہ) اس کو سامنا کرنا پڑے گا۔

اتنا کافی ہے آج کے درس میں اگلے درس میں یہاں سے ان شاءاللہ شروع کریں گے (واللہ اُعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

سوال اور جواب

سوال: ﴿الْاَمٰنٰتِ﴾ کیا ہے؟

جواب: ﴿الْاَمٰنٰتِ﴾ معروف ہے کوئی بھی امانت ہو اس میں ہر قسم کی امانت شامل ہے۔

اس میں دوسری چیز جو ہے کہ یہ جو آیت ہے: ﴿اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النساء:58) اس کے بعد میں پھر حکمران کی بات آئی ہے فرمانبرداری کی بات آئی ہے: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:59): ان میں جو ہے سبحان اللہ دیکھیں سلف نے کیسے سمجھا ہے۔ حافظ ابن الحجر نے فتح الباری میں ایک بڑا پیارا قصہ نقل کیا ہے ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینۃ

رحمہ اللہ نے کسی سے یہ پوچھا سلف میں سے کہ امانت کی بات آرہی ہے اس کا کیا مطلب ہے کیا مراد ہے؟ یہ حکمران وقت کی ﴿اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ اس سے مراد اور اس سے پہلے والی آیت پڑھی ہے آپ نے ﴿اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ تو امانت میں سے حکمران کی فرمانبرداری بھی "في غير معصية الله" یہ بھی اسی امانت میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یہ بھی امانت میں سے ہے کہ حکمران کی فرمانبرداری کی جائے تو سلف نے دیکھیں کس طریقے سے ان آیات کو جوڑا ہے جبکہ دیکھا جائے تو امانت کہاں پر ہے اور حکمران وقت کی فرمانبرداری کہاں پر ہے کوئی جوڑنا آپس میں نہیں لگتا لیکن سلف صالحین نے دیکھیں کیسے سمجھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: ﴿اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾: پھر اگلی آیت میں حکم دیا ہے: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾: مطلب یہ ہے دونوں میں موافقت کیا ہے:

(۱) کہ اس لیے اگر کوئی شخص نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے تو امانت میں خیانت ہوئی کہ نہیں؟

(۲) اسی طریقے سے جو حکمران وقت کی نافرمانی کرتا ہے سمع وطاعۃ کا راستہ اختیار نہیں کرتا خروج کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ بھی نافرمانی کرتا ہے اور وہ بھی امانت میں خیانت کرتا ہے (واللہ أعلم)۔

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس 004-12: سورۃالنساء کی مختصر تفسیر (آیات:58-63) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کردیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio